ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ ایم اے پی ایچ ڈی

فتنۂ انکارِ حدیث کا پس منظر

یورپ میں علمِ حدیث کا مطالعہ

دیگر علمی خدمات کے علاوہ گولڈ سیہر کا ایک مخصوص کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے یورپ کے علمی حلقوں میں علمِ حدیث کے ساتھ ایک مستقل فن کی حیثیت سے اعتنا کیا اور اس علم کے تمام مسائل سے بحث کی۔ اگرچہ گولڈ سیہر سے پہلے ولیم میور اپنی "لائف آف محمدؐ" کے طویل مقدمہ میں اسلامی روایات کا جائزہ لے چکا تھا، لیکن اس کی تنقید محض اس اعتبار سے تھی کہ سیرت نبویؐ کے سلسلہ میں یہ روایات کس حد تک قابلِ استناد ہیں۔ لیکن گولڈ سیہر نے حدیثِ نبویؐ کے ساتھ ایک مستقل فن کی حیثیت سے بحث کی، چنانچہ جب انہوں نے اپنی مشہور کتاب "مطالعاتِ محمدیہ" (یعنی اسلامیہ) دو جلدوں میں شائع کی تو اس کی دوسری جلد کو بیشتر علمِ حدیث کے متعلقہ مباحث کے لیے وقف کر دیا اور اس کے بعد یورپ میں حدیث نبوی کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بیشتر اسی کتاب سے ماخوذ ہے۔ مثلاً پروفیسر گیوم (Guillaume) نے Traditions of Islam کے نام سے جو کتاب ۱۹۲۴ء میں شائع کی تھی، وہ بھی گویا گولڈ سیہر کی تصنیف کا انگریزی خلاصہ ہے۔

گولڈ سیہر نے دیگر باتوں کے علاوہ ضعیف اور موضوع حدیثوں کا بھی ذکر کیا ہے اور وضع حدیث کے اسباب و محرکات سے بھی بحث کی ہے۔ نقدِ حدیث ہم مسلمانوں کے لیے کوئی نئی بات نہیں ہمارے علماءِ سلف نے موضوع اور کمزور حدیثوں کا جو پایۂ استناد سے ساقط تھیں، خود ہی چھانٹ کر الگ کر دیا ہے اور کھوٹے کھرے کی پہچان کے اصول قائم کر دیے ہیں، لیکن "تنقیدِ حدیث" کا کام اگر

اغیار کے ہاتھوں انجام پائے تو یہ "تنقید حدیث" بسا اوقات "تنقیصِ حدیث" کی صورت اختیار کرلیتی ہے اور موضوع اور کمزور حدیثوں کا بار بار ذکر کرنے کا ایک افسوسناک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پڑھنے والا یا سننے والا حدیث کے سارے ذخیرے ہی سے بدظن ہو جاتا ہے اور وہ بالآخر صحیح حدیثوں سے بھی غافل ہو جاتا ہے اور ان کی قدر و منزلت اس کے دل سے اتر جاتی ہے اور مطالعۂ حدیث اور عمل بالحدیث کے جو فوائد اور برکات ہیں، ان سے محروم ہو جاتا ہے۔

انکارِ حدیث کا فتنہ

ہندوستان وہ ملک ہے جس میں کسی زمانے میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور دیگر صلحائے امت نے علمِ حدیث کے جھنڈے بلند کیے تھے اور آج یہ حالت ہے کہ ان ہی دیار میں "انکارِ صحّت حدیث" بلکہ "انکارِ حجّیت حدیث" کی ایک ایسی بادِ سموم چلی ہے جس سے حدیث کا استخفاف کرنا اور اس کی تنقیص کرنا گویا فیشن بن گیا ہے، بلکہ "روشن خیالی" کی دلیل سمجھی جاتی ہے، لیکن اس تنقیص حدیث کے نتائج اور مضرات نہ صرف علمی بلکہ ملّی لحاظ سے اتنے دور رس اور اتنے خطرناک ہیں کہ میں ان کی طرف اشارہ کیے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا۔

"انکار صحت حدیث" دراصل اسلام کے خلاف اغیار کا ایک حربہ تھا، جس وہ ہم پہ وار کرنا چاہتے چاہتے تھے، اغیار اس بات کو خوب بھانپ گئے تھے کہ اسلام کی قوت اور کشش کا راز دیگر امور کے علاوہ اس بات میں مضمر ہے کہ سچے مسلمانوں کو اپنے آقائے نامدار کے ساتھ دلی شفقت ہے اور ایسی والہانہ عقیدت ہے کہ اس نام کی عزت کے لیے اور اس کے ناموس کی حفاظت کے لیے کٹ مرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں، اور جب تک مسلمانوں کی یہ عقیدت اپنے پیغمبر کے ساتھ قائم ہے، ان کو اسلام سے منحرف کرنا ناممکن ہے، اس رشتۂ عقیدت کو توڑنے کا ایک طریقہ انہوں نے یہ سوچا بلکہ اختیار کیا کہ حدیث نبویؐ کی تنقید ایسے پیرایہ میں کی جائے، جس سے حدیث نبویؐ کی وقعت مسلمانوں کے دلوں سے جاتی رہے، کیونکہ ان کو اس بات کی پوری امید تھی کہ جب مسلمان حدیث نبویؐ سے بدظن ہو جائیں گے تو ان کے ہادی کی جو آواز ان کے کانوں میں حدیث کے ذریعہ سے پہنچ رہی ہے، خود بخود منقطع ہو جائے گی اور اس کے ساتھ ہی ان کی عقیدت میں بھی یقیناً فرق آ جائے گا اور اسلام کے ساتھ ان کی وابستگی کے جو رشتے ہیں ان میں سے ایک قوی رشتہ ٹوٹ جائے گا اور اس صورت

میں مسلمانوں کو اپنے دین سے منحرف کرنا آسان ہو جائے گا۔

حدیث نبوی کا احترام

ہمارے اسلاف کے دلوں میں حدیث نبوی کا جو احترام تھا اور وہ جس طرح ہر حالت میں اس کا ادب ملحوظ خاطر رکھتے تھے، وہ ایک چھوٹے سے واقعہ سے بخوبی ثابت ہے، امام سیوطیؒ نے جب کمزور اور مشکوک حدیثوں کو چھانٹ کر ایک کتاب میں الگ جمع کر دیا تو آپ کو خوب معلوم ہے کہ انہوں نے اس کا نام کیا رکھا تھا۔ انہوں نے اس کا نام رکھا تھا "اللآلی المصنوعۃ" یعنی بناوٹی موتی۔ اس نام کی لطافت دیکھیے کس قدر نفیس اور خوبصورت نام ہے جس کے ایک ایک حرف سے حدیث نبوی کا ادب اور احترام مترشح ہے۔ اس نام پر غور کرنے سے صاف عیاں ہے۔

ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ صاحب کے قلم سے موقر رسالہ "معارف" اعظم گڑھ کے شمارہ جون ۱۹۷۰ء میں ایک مفید مضمون طبع ہوا ہے۔ مندرجہ اقتباس اسی مضمون کا ایک حصہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف پاکستان کے علمی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ قدیم و جدید علوم پر گہری نگاہ رکھنے کے علاوہ آپ کو مغربی اور مشرقی زبانوں پر بڑی قدرت ہے، اور یورپ کے علوم و اذہان پر عقابی نظر رکھتے ہیں۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ ڈاکٹر صاحب موصوف کو "ہفت زبان" کہا کرتے تھے۔ مضمون کی افادیت کے پیش نظر ماہنامہ معارف" کے شکریہ کے ساتھ یہاں اس کا اقتباس درج ہے۔

اعتذار

ہم انتہائی افسوس کے ساتھ اپنے قارئین سے معذرت خواہ ہیں کہ اس دفعہ "مدیر اعلیٰ" کا مضمون "انگریزوں کا ایجنٹ کون؟" شریک اشاعت نہیں کر سکے اس کا سبب رمضان المبارک میں جناب مدیر اعلیٰ کی ذاتی مصروفیات اور انتخابی ہنگامے بنے۔ آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ یہ تمام کوتاہیاں پوری کر دی جائیں گی۔　　(ادارہ)